انسانی حقوق مغرب اور اسلام کی نظریے میں فرق

مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی

جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

آج کی دنیا بار بار امن وامان سکون وسلامتی اور حقوق انسانی کا نام لینے کے باوجود ظلم وزیادتی اور بدامنی میں جس بری طرح پھنسی ہوئی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں قتل وخونریزی سے انسانیت جس طرح کانپ اُٹھی ہے اس سے کوئی باخبر انسان انکار نہیں کرسکتا۔ کاش کہ ارباب اقتدار اس کے اصل سبب کا کھوج لگاتے اور اسلام کے نظام امن وسلامتی کا بغور مطالعہ کرتے۔ تو نظام امن وسلامتی کے صحیح خدوخال ان کے سامنے آجاتے۔ اور حقوق انسانی کا گھمبیر مسئلہ حل ہوکر دنیا کی بہت ساری گھتیاں سلجھ جاتیں۔ اور آج دنیا واویلا کرنے کی بجائے سکون کی زندگی گزارنے میں کامیاب ہوجاتی۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ جس وقت اسلام ایک آئین۔ ایک مکمل ضابطہ حیات کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت پوری دنیا بربادی کے ایک انتہائی سرحد کو عبور کرچکا تھا جہاں انسان اپنی انسانیت کھو چکا تھا اور امن وامان اور ایک دوسرے کے حقوق دینے دلانے کا نام بھی حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک ترین موقع پر انسانوں کی جس طرح رہنمائی کی اور انسانیت کے تن مردہ میں جس خوبی کے ساتھ جان ڈال دی۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آپ نے امن وامان اور حقوق انسانی کی بحالی کے لئے جزوی اصلاحات پر اکتفانہ کیا۔ بلکہ حقوق انسانی کا عالمی منشور روشناس کرایا جس کی ایک جامع ترین شکل حجۃ الوداع کے خطبے کی صورت میں آج تک دنیا کے سامنے ہے۔ حقوق انسانی کو پامالی کہیں یا امن وامان کی بدحالی اگر آپ آج تاریخ عالم کو سامنے رکھ کر غور کریں گے تو اس کا بنیادی سبب یہی نظر آئے گا کہ جب لوگ دوسروں کو وہ حق دینے کے لئے تیار نہ ہوں جس کا وہ اپنے حق میں مطالبہ کرتے ہیں یا اس کی توقع رکھتے ہیں اس کو انسان کی تنگ نظری کا نام بھی دیا جاسکتا ہے جو کبھی مذہبی رنگ لے کر دوسروں کا حق چھین لیتا ہے تو کہیں یہ رنگ ونسل کا روپ دھار لیتا ہے۔ کبھی یہ طاقتور اور کمزور کا مسئلہ بن کر معرکہ آرائی کے لئے میدان کارزار گرم کرتا ہے، اور کبھی یہ وطن اور ملکی حدود کے تعصب میں مبتلا کر کے انسانیت کا خون چوس لیتا ہے۔

حقوق انسانی کی تاریخ اور ارتقاء:

انسانی حقوق کی واقعی تو اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود بنی نوع انسان کی اپنی تاریخ ہے۔ اہل مغرب اگرچہ یوں تو پوری نوع انسان کے لئے بنیادی انسانی حقوق کے دعویدار ہیں۔ لیکن حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ مغربی دنیا میں یوں تو انسانی حقوق کے حوالہ سے چند قوانین متعارف ہیں۔ جن میں اقوام متحدہ کے منشور انسانی حقوق کے علاوہ قانون حبس بے جا۔ میگنا کارٹا، قانون حقوق، فرانس کا منشور ،انسانی حقوق اور امریکہ کی دس ترمیمات وغیرہ قابلِ ذکر ہیں مگر یہ سب کے سب تصوراتی اور علاقائی ونسلی نوعیت کی ہیں۔ جو ان کے

اپنے مخصوص علاقائی ومعاشرتی وسیاسی حالات کی پیداوار ہیں۔ مغربی دنیا کا انسانی حقوق کے سلسلے میں تاریخی سفر تیرہویں صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ میگنا کارٹا۔(Magnacarta) کی دستاویز15 جون 1215 کو جاری کیا گیا۔ اس سے قبل مغربی دنیا انسانی حقوق کے تصور سے یکسر خالی نظر آتا ہے اقوام متحدہ کا انسانی حقوق چارٹر'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کا انتخاب ہے نیز ان تمام مغربی چارٹرز کے پیچھے کوئی قوت نافذہ (Sanction) بھی نہیں ہے اس کے برعکس اسلامی دنیا کافی عرصہ پہلے سے انسانی حقوق کے تصور سے نہ صرف آگاہ تھی۔ بلکہ ان کے پاس اس کا واضح منشور اس کے لئے عملی قوت نافذہ اور خوف کی بنیادوں پر قائم واستوار تھا۔ چنانچہ انسانیت کے عظیم محسن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران یہ منشور پیش کر کے اسے عملاً نافذ بھی فرمایا۔ خطبہ حجۃ الوداع مجریہ ۹/ ذی الحجہ ۱۰ھ جمعہ مطابق ۶/ مارچ ۶۳۲ء کو جاری کیا گیا یہ منشور حقوق انسانی ساتویں صدی عیسوی کے ابتداء کی ہے''۔

''انسانی حقوق'' پر مشتمل تاریخ ساز دفعات جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کی ہمہ گیر دستاویز انسانی حقوق میں انسانیت کے احترام اور حقوق کے تحفظ ونفاذ کے سلسلہ میں جاری فرمائیں وہ مغربی دنیا کے انسانی حقوق کے آغاز اور ارتقاء تک تمام انسانی حقوق کے منشور اور دستاویز پر فوقیت رکھتی ہے۔

اس مثالی اور تاریخ ساز خطبہ میں انسانیت کے نام منشور انسانی حقوق'' کے محض رسمی فرمان اور اجراء پر آپؐ نے اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے تحفظ اور عملی نفاذ کے لئے مؤثر ومربوط عملی اقدامات فرما کر اپنی حیات طیبہ ہی میں اپنے قائم کردہ مدنی معاشرے میں نافذ العمل فرمادیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کو اس لحاظ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ آپ کا عطا کردہ منشور انسانیت دائمی اور عالمگیر حیثیت کا حامل ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کے پیغمبر نہ تھے، وہ پیغمبر عالم بن کر دنیا کی ہدایت اور انسانیت کی رہنمائی کے لئے عالمگیر دین اسلام اور ابدی تعلیمات لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

آپؐ نے بنی نوع انسان کو حقوق وفرائض کا جو مثالی اور ہمہ گیر منشور عطا فرمایا دیا ہے وہ عالمگیر اور پوری دنیا کی انسانیت کے لئے ہے۔ وہ مغرب کے نظریہ حقوق کی طرح محض تصورات اور قیاس وافکار پر مرتبہ دستور نہیں بلکہ خالق انسانیت کا انسانیت کی فلاح وصلاح کا ضامن منشور انسانیت ہے نہ کہ مغرب کے تصور حقوق کی طرح علاقائیت وطنیت قومیت اور مخصوص اقوام کے تحفظ کا دستور ہے نہ اس میں محض ایک مخصوص رنگ ونسل کی قوم کو حقوق عطا کر کے ان کے مفادات کا تحفظ کیا گیا ہو۔

یہ تاریخی اور تقابلی جائزہ اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اظہار ہے کہ انسانیت کے محسن اعظم سید عرب وعجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منشور انسانیت خطبہ الوداع'' عالمگیر ہونے کے اعتبار سے ہر معیار کے لحاظ سے نام نہاد دساتیر حقوق پر ابدی قومیت اور تاریخی اولیت رکھتا ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ حقوق انسانی کا اولین، جامع مؤثر ترین مثالی اور بے نظیر نافذ العمل منشور ہے۔

اسلام کا جامع تصورِ انسانی حقوق:

اسلام کے جامع تصور انسانی حقوق کا ہم ذیل کے چند بنیادی عنوانات کے حوالے سے ایک خلاصہ پیش کرینگے:

(۱) انفرادی حقوق، (۲) سماجی حقوق، (۳) اقتصادی حقوق، (۴) سیاسی حقوق وغیرہ۔

انفرادی حقوق:

اسلام نے ایک صالح نظام زندگی کی تشکیل دی جس حسین پیرائے میں کی ہے۔ اس کا نقشہ کچھ یوں ہے کہ انسانی تربیت وتعلیم کے بعض معاملات کو معروف ومنکر کے درجے میں رکھ کر ان کی ترغیب وترھیب کا پہلو اختیار کیا ہے اور اُسے خوف خدا اور احساس ذمہ داری کا ایک ایسا عنوان دیا ہے کہ انفرادی طور پر آزاد رہتے ہوئے فرد کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے معاشرہ اور خود اس شخص کو نقصان پہنچتا ہو نیز قانونی طور پر شریعت اسلام نے فرد کو اخلاقی دائرے میں رہتے ہوئے گونا گوں آزادیاں دے رکھی ہیں جس کے نتیجے میں انسانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی سکون اور آمن وآشتی کو گود میں سدابہار رہتی ہے ذیل میں ہم انسانی حقوق کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرتے ہیں۔

(۱) مذہبی آزادی:

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ " **لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی. (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۷)** "۔

یعنی دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ بہتری کی غلط باتوں سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

اسلام نے یہ پیرایہ پسند کیا ہے کہ لوگ دلیل اور حجت سے صحیح اور غلط کا ادراک کرلیں۔ نہ کہ جبر واکراہ سے ایمان لے آئیں۔

چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ: "**ولو شاء ربك لا من من فی الارضِ کلھم جمیعاً افا انت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مؤمنین .(سورۃ یونس آیت ۹۹)**"۔

یعنی اگر تمہارا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ ایمان لے آئے تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کرینگے کہ ایمان لے آئیں؟

آیت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایمان لانے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ ان کو یہ آزادی بھی دیتا ہے کہ وہ ایماندار بنیں یا نہ بنیں وہ اطاعت کریں یا نافرمانی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھانے والوں کو آخرت میں نقصان کا اندیشہ ہے بلکہ یقین ہے جس کی رہبری کی گئی ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ دین کے معاملے میں کسی کو اسلام قبول کرنے پر کوئی زبردستی نہیں کی جاتی اور نہ کسی دیگر مخصوص دین کے قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے بلکہ دین کرنے کے معاملے میں فرد کو مکمل آزادی دی گئی ہے۔ ویسے بھی جس دین کی حقانیت آفتاب کی مانند روشن ہو۔ اس کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا علاوہ ازیں کسی دین کو قبول کرنے کا تعلق جب دل اور وجدان سے ہے تو اس میں تبلیغ وترغیب کا اسلوب تو کارآمد ہوسکتا ہے۔ لیکن زبردستی کا یہاں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

مشہور مفسر ومورخ علامہ ابن کثیر دمشقی نے اپنی تفسیر (۳۱۲/۱) میں لکھا ہے کہ۔ بنو سالم بن عوف کا کوئی انصاری بزرگ مسلمان ہوئے تھے ان کے دولڑکے نصرانی تھے وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ کیا مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اپنے دونوں لڑکوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کروں؟ اسی درخواست کے جواب میں آیت لاایکراہ فی الدین نازل ہوئی جو ابھی گزر چکا ہے یہاں پر ہم مذہبی رواداری یا مذہبی آزادی کے حوالے ڈاکٹر گستاولی بان کے حوالے سے ذیل میں چند سطور کا حوالہ دینا ضروری سمجھتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ ملک گیران اسلام اقوام مفتوحہ کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اس مدارت کے مقابل میں جو صلیبوں نے اس شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کی، نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے منادی کرادی کہ میں ذمہ دار ہوں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کی جائے گی اور مسلمان عیسائی گرجوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہونگے۔ (تمدن عرب ص ۱۳۱،۱۳۲)۔

جو سلوک عمر بن العاص نے مصریوں کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا اس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ پورمذہبی آزادی پوری انصاف بلا رورعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائے گے اور ان ظالمانہ اور غیر محدود مطالبوں کے عوض میں جو شاہنشہان یونان ان سے وصول کرتے تھے صرف ایک معمولی سالانہ جزیہ لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس دس روپے تھی۔ (تمدن عرب ص ۱۳۲) عربوں نے اپنی رعایا کے ساتھ نہایت انصاف وانسانیت کا برتاؤ کیا اور ان کو پوری آزادی مذہب کی دی پھر ان کے عہد میں کلیسا مشرقی اور مغربی دونوں کے رئیس الا سافقہ کو اس قدر آرام ملا جو انہیں اس وقت ہرگز نصیب نہیں ہوا تھا۔ (تمدن عرب ص ۱۴۹)۔

۲:۔ انسانی عزت ووقار کے تحفظ کا حق:

اسلام نے ایک دوسرے کی عزت نفس کے مجروح کرنے کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے کسی انسان کا دل آزاری کرنا بلا کسی ثابت شدہ وجہ کے کسی سے بدگمانی رہنا کسی کی عزت پر حملہ کرنا کسی کو برا القاب یاد کرنا۔ کسی کی برائیوں کا بلا وجہ اظہار اور ان جیسے سینکڑوں مسائل ہیں جن میں سے بعض کو اخلاق اور بعض کو قانونی جرم قرار دیا گیا ہے کسی عام انسان معاشرے میں کسی کی عزت ووقار کا قائم رکھنا بہت بڑا انسانی حق ہے جس کی اسلام نے بھر پور ضمانت دی ہے قرآن کریم (سورۃ حجرات آیت ۱۱) میں ہے کہ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو نہ دوسروں مردوں کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو اسلام نے یہ ہدایت کی ہے کہ ہر انسان کی اپنی جگہ پر عزت نفس کا خیال رکھیں گے گویا یہ انفرادی حق درحقیقت اجتماعی انسانی حقوق کی ضامن بن سکتی ہے۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد (۴۲۹) میں حدیث ہے کہ حُسن الظن من العباد۔ حسن ظن رکھنا بہترین عبادت ہے۔

بغض وحسد غیبت وغیرہ سے بچانا یا بچنا وہ انفرادی حقوق ہیں جن سے نہ صرف اپنی عزت ووقار کا تحفظ ہوتا ہے بلکہ ان ہدایت پر عمل

کرتے ہوئے بہت سارے اجتماعی حقوق کی بھی پاسداری ہوتی ہے۔

۳:۔انسانی جان کے تحفظ کا حق:

اسلام نے ہر انسان کی جان کی تحفظ کی پوری ذمہ داری لی ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تمام انسانوں کی جان کی قیمت برابر ہے۔خون کی اسی مساوات کو حدیث میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

''المسلمون تتکافأ دماءھم''یعنی مسلمان کے خون آپس میں برابر ہیں۔انسان جان کی حفاظت اسلام نے یہاں تک ضروری قرار دی ہے کہ اس کے نقصان دینے میں شرکت کرنا اس کی جانب صرف اشارہ کی حد تک شامل ہونا وغیرہ کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

۴:۔انسانوں کی نجی زندگی میں عدم مداخلت کا حق:

شریعت اسلام نے لوگوں کو نجی زندگی گھریلو حالات ومعاملات کو حکومتوں اور افراد کے دائرہ سے باہر رکھ کر ان کے اس عدم مداخلت کے حق کا بھر پور دفاع کیا ہے۔چنانچہ شریعت اسلام کا یہ حکم ہے کہ لوگوں کے دل نہ ٹٹولو ایک دوسرے میں عیب تلاش مت کرو دوسروں کے نجی حالات وواقعات کی ٹوہ نہ لگاتے پھیرو لوگوں کے نجی خطوط نہ پڑھو ان کے آپس کی باتوں کو کان لگا کر نہ سنو ہمسایوں کے گھروں میں جھانکا نہ کرو یہ اور اس قسم کے بہت سارے معاملات ہیں جس کے بارے میں اسلام نے ہدایت دی ہے کہ جن پر عمل پیرا ہو کر آپس میں جھگڑے اور فساد کم ہو کر پر امن بقائے باہمی کی فضاء قائم ہو جاتی ہے قرآن کریم میں ہے۔اے لوگوں جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو۔(سورۃ حجرات آیت ۱۲)۔

۵:۔صفائی پیش کرنے کا حق اور قانونی چارہ جوئی کا اختیار:

کسی مسلمان یا انسان کا جرم خواہ کچھ بھی ہو اس کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیے قانونی چارہ جوئی اور صفائی کا موقع دیئے بغیر سزا دینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اسلام نے انسان کے اس بنیادی حق کی رعایت مشکل سے مشکل ترین وقت میں بھی رکھی ہے قرآن کریم کی سورۃ ممتحنہ آیت نمبر (۱) میں جس واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ: ایک بدری صحابیؓ حضرت حاطب بن بلتعہ نے مشرکین مکہ کو ایک خط لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں وقت تم لوگوں پر حملہ کرنے والے ہے۔یہ خط راستے میں پکڑا گیا جو جرم ثابت ہونے کے علاوہ خالص جنگی نوعیت کا جرم تھا۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھلے عام اپنی صفائی کا پیش کرنے کا پورا موقع دیا۔

۶:۔آزادی رائے کا حق:

اسلامی حکومت کو چلانے کے لئے نیز اپنی اجتماعی وانفرادی معاملات کو طے کرنے کے لئے اسلام نے مشورہ کرنے کا پابند کر دیا ہے چنانچہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں اس کی تاکید آئی ہے۔

آزادی رائے حق کا اور اپنے مافی الضمیر کا کھلے بندوں کا اظہار کرنا اس سلسلے میں حضورؐ خلفاء راشدین اور دیگر مسلمان حاکموں کے واقعات تاریخ وحدیث اور اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا انکار ممکن ہی نہیں۔ اگر مضمون میں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم پوری تفصیل ذکر کر دیتے۔

۷:۔ سماجی ومعاشرتی حقوق:

انسانی مساوات کا جو نمونہ اسلام نے پیش کیا ہیں، دنیا آج تک اس کی نظیر قائم کرنے سے قاصر ہے۔ سورۃ احزاب آیت ۳۶ اور اس کے ماقابل ومابعد میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کچھ یوں ہے کہ زینت بنت جحشؓ جو حضور نبی کریمؐ کی پھوپی زاد تھی اس سے حضرت زید (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) نے نکاح پیغام دیا۔ حضرت زینب کو باوجود اپنے خاندانی ونسلی فخر کے اسلام کے اس حکم کے سامنے سر جھکانا پڑا اس طرح نسلی امتیاز کے بت توڑ کر اپنے مساوات انسانی کا ایک بہترین عملی نمونہ قائم فرمایا:

اسلام نے والدین اور ہمسایوں کے لئے حُسن سلوک کا حکم دے کر معاشرتی زندگی میں وہ جان ڈال دی کہ معاشرہ ان اسلامی دفعات پر کاربند رہتی ہے اس وقت تک امن وچین کی زندگی سے ہمکنار ہوتی رہے گی۔

اسلام نے انسانی جان کی حرمت کا حق دے کر سماج سے فساد کی جڑیں کاٹ دیں۔ اسلام نے ایک انسان کی جان لینے کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔

اسلام نے کاروبارِ زندگی میں مرد وعورت کے میدان کار اور رجحات کے الگ الگ ہونے کے باوجود ثواب واجر میں ان کو برابری کا درجہ دیکر ان سے احساس کمتری، کہتری کی جڑیں کاٹ دی ہیں۔

ایک پاکیزہ معاشرے میں یہ بات نہایت ضروری ہیں کہ شادی کے قابل لوگ زیادہ دیر تک غیر شادی شدہ نہ رہیں تاکہ بلاوجہ ان کے شہوانی خیالات خود ان کو اور باقی سماج کو بھی اخلاقی کمزوریوں میں مبتلا نہ کریں۔ جس سے سماج کی فضاء زہر آلود ہو جاتی ہے اور کسی کی عزت نہیں رہتی شادی کے نتیجے میں جو آبدی سکون دوستی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے وہ نسل انسانی کو برقرار رکھنے کا بھی ذریعہ ہوتا ہے اس کی بدولت خاندان اور قبیلے بنتے ہیں اس سے گھر کی فضاء معطر ہوتی ہے جس سے انسانی زندگی میں تمدن کا نشوونما ہو جاتا ہے۔

۸:۔ سیاسی حقوق:

اسلام نے تمام انسانوں کو سیاسی حقوق دیئے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع سیاسی حقوق کو کسی ایک کامیاب ترین سنگ میل ہے اس کے علاوہ قرآن حکیم میں بھی اس سلسلے میں متعدد دفعات وہدایت ہیں ایک جگہ ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں" (سورۃ نساء آیت ۵۹)۔

۹:۔ با مقصد اور عمومی تعلیم کا حق:

اسلام نے عمومی تعلیم کا حق ہر شخص کو دیا ہے نیز بامقصد تعلیم کے لئے ترغیب بھی دی ہے چنانچہ ارشاد ہے: کہ ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر دین کی سمجھ پیدا کرتے سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۲۲)۔

۱۰:۔ سیاسی سربراہ مقرر کرنے کا حق:

اسلام کے سیاسی نظام میں اس کی بڑی اہمیت ہے کہ قوم کے معاملات چلانے کے لئے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرر کر دیا جائے جن کو قوم کے سمجھ دار افراد کا اعتماد حاصل ہو۔ وہ سربراہ بنے نیز وہ قوم کے باصلاحیت و بااعتماد افراد سے اُمور مملکت چلانے کے لئے مشورہ بھی کرتا ہے اور یہ امرھم شوریٰ بینھم ۔ کا ایک لازمی تقاضیٰ اور سیاسی معاملات کا اہم سنگ بنیاد ہے۔

۱۱:۔ یکساں انصاف کے حصول کا حق:

اسلامی نظام میں بے لاگ اور یکساں انصاف حاصل کرنے کا سب کو حق ہے اور حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرتے ہوئے انصاف مہیا کرے ارشاد ہے؟ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ (سورۃ شوریٰ آیت ۱۵)

۱۲:۔ اسلام میں معاشی حقوق:

اسلام نے اقتصادی حقوق کو اپنے دائرے میں رکھتے ہوئے بڑی اہمیت دی ہے۔ قرآن مجید کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ رزق اللہ کی جانب سے ملتی ہے بندہ حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اور بندہ کو اسلام نے معاشی حقوق دیئے ہوئے یہ پابندی لگا دی ہے کہ جو رزق اصل دینے والا ہے۔ اس کی مخلوق کو بھی آپ کے مال کے ذریعہ فائدہ پہنچتی رہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے رزق اور وسائل رزق میں تفاوت بذاتِ خود فائدہ مند ہے کوئی بری چیز ہے۔ اسلام نے معاشی حقوق دیتے ہوئے کچھ ایسی پابندیاں بھی لگائی ہے کہ ایک کا حصول رزق دوسرے کے لئے نقصان کا ذریعہ نہ ہو۔ نیز اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت زیادہ سے زیادہ گردش میں رہے۔ لیکن یہ گردش صرف مخصوص افراد کے درمیان نہ ہو چنانچہ ارشاد ہے تا کہ وہ (دولت) تمہارے مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔ (سورۃ حشر آیت ۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا چند نکات ایسے تھے جن میں اسلامی نقطہ نگاہ سے انسانی حقوق کی طرف توجہ دلایا گیا ہے ورنہ حق معاشرے کے افراد مثلاً والدین ہمسایہ زوجین کا ایک دوسرے سے متعلق حقوق اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ جرائم سے متعلق ملزم و فیصلہ کنندہ اور درخواست گزار کا ایک دوسرے سے متعلق حق وغیرہ۔

نیز میں آخر میں قارئین کو اس طرف خصوصی توجہ دلانا چاہوں گا کہ انسانی حقوق کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع ایک جامع ترین دستاویز ہے جو اپنے موضوع پر سب سے پہلا منشور ہے۔ نیز پوری انسانی آبادی کے لئے قابلِ عمل دستور ہے۔